❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت اخلاقیات
وقت 5-7 منٹ

# لوگوں کی عزّت وناموس

## (اسلام کی آفاقی تعلیم اور احمدی مسلمان کی ذمہ داری)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا (بنی اسرائیل:71)

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

(درثمین)

**محترم پیارے بھائیو!**

آج جس عظیم الشان، آفاقی اور اہم ترین موضوع پر مجھے آپ کے سامنے اظہارِ خیال کی سعادت مل رہی ہے، وہ ایک ایسا موضوع ہے جو محض چند خوبصورت الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ انسان کی تمام تر معاشرتی زندگی، اُس کے اخلاقی وقار اور امنِ عالم کی حقیقی روح کا ضامن ہے۔ وہ موضوع ہے: **”لوگوں کی عزّت وناموس“**

**محترم سامعین!** انسان کی اس فانی اور عارضی زندگی میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو اگر ایک بار انسان سے چھن جائیں یا ضائع ہو جائیں، تو محنت، جدوجہد اور وقت کے ساتھ دوبارہ حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اگر انسان کا مال چلا جائے، تو وہ دوبارہ کمایا جاسکتا ہے۔ کاروبار تباہ ہو جائے، تو نئے سرے سے اس کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ مکان یا جائیداد ختم ہو جائے، تو اس کی تعمیرِ نو ممکن ہے۔ ملازمت یا عہدہ چلا جائے، تو دوسری ملازمت تلاش کی جاسکتی ہے۔ لیکن میرے عزیز بھائیو! انسان کی عزّت، اُس کی آبرو، اُس کا وقار اور اُس کی عزّتِ نفس ایک ایسی متاع اور ایسی دولت ہے جس پر اگر ایک بار حرف آجائے یا اس پر کوئی داغ لگ جائے، تو بعض اوقات دہائیاں گزرنے کے بعد بھی وہ زخم مندمل نہیں ہوتا اور وہ داغ انسان کے ساتھ اس کی زندگی بھر چلتا رہتا ہے۔ اسی معاشرتی اور اخلاقی اہمیت کے پیشِ نظر، اسلام نے انسانی عزّت وآبرو کو محض ایک ثانوی مشورہ یا شائستگی کا عام اصول نہیں بنایا، بلکہ اسے انسان کا بنیادی، پیدائشی اور آفاقی حق قرار دیا ہے۔ خالقِ کائنات نے قرآنِ کریم میں بنی نوعِ انسان کے لیے عزّت کا جو منشور عطا فرمایا، وہ بنی اسرائیل آیت 71م میں بیان ہوا ہے جس کی تلاوت مَیں تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً ہم نے ابنائے آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواری عطا کی اور انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور اکثر چیزوں پر جو ہم نے پیدا کیں انہیں بہت فضیلت بخشی۔

ذرا غور کیجیے! اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم نے انسان کو اس کے کثیر المال ہونے کی وجہ سے عزّت نہیں دی۔ نہ اس کے اعلیٰ عہدے کی وجہ سے، نہ اس کی ذات یا قبیلے کی وجہ سے، نہ اس کے رنگ وروپ کی وجہ سے اور نہ ہی اس کی زبان یا علاقے کی وجہ سے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ”بَنِیۡۤ اٰدَمَ“ کا لفظ استعمال فرما کر انسان کے وجود ہی کو

بحیثیتِ انسان قابلِ تکریم اور محترم بنا دیا۔ پس جب کائنات کے مالک اور خالق نے ایک انسان کو پیدائشی طور پر عزّت عطا فرمائی ہے، تو دنیا کے کسی دوسرے انسان، کسی گروہ یا کسی طاقت کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی تحقیر کرے یا اس کی عزّت کو پامال کرے؟

**معزز سامعین!**

اسلام کی تعلیم کا سب سے خوبصورت اور دلنشین پہلو یہ ہے کہ وہ تمام تر تفریق اور تعصّبات کو مٹا کر انسان کو سب سے پہلے انسان سمجھتا ہے، اس کے بعد اس کے دیگر دنیاوی تعارف سامنے آتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ انسانوں کو مختلف خانوں میں تقسیم کرتا ہے کہ وہ امیر ہے یا غریب؟ وہ عالِم ہے یا نادان اور کم علم؟ وہ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہے یا ہمارا ماتحت؟ وہ ہمارے خاندان کا ہے یا کوئی اجنبی؟ وہ فکر و نظر میں ہمارا ہم خیال ہے یا شدید مخالف؟ وہ ہمارے مذہب و عقیدے سے تعلق رکھتا ہے یا کسی دوسرے دین سے؟ اسلام فرماتا ہے کہ یہ تمام چیزیں ثانوی اور بعد کی باتیں ہیں۔ پہلی اور بنیادی سچائی یہ ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے اور بنی آدم ہونے کے ناطے عزّت کا مستحق ہے۔ جب انسان اپنے اندر یہ فکر پیدا کر لیتا ہے، تو اس کے بولنے کا انداز بدل جاتا ہے، اس کا رویّہ بدل جاتا ہے، اس کے گھر، اس کا ماحول اور پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

**محترم سامعین!** قرآنِ کریم نے صرف عمومی باتیں نہیں کیں، بلکہ اس نے ان تمام راستوں کو بالکل بند کر دیا ہے جہاں سے کسی انسان کی عزّت پر حملہ ہو سکتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ ربُّ العزّت نے انسانی عزّت کی حفاظت کے لیے ایک ایسا جامع اور کامل قانون بیان فرمایا ہے جو دنیا کے کسی انسانی آئین میں نہیں ملتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات:12)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بُری بات ہے اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

اس آیتِ کریمہ کے ایک ایک لفظ پر غور کیجیے! اسلام نے عزّت شکنی کی صرف بڑی اور نمایاں صورتوں کو ہی گناہ نہیں قرار دیا، بلکہ مذاق اُڑانے، عیب نکالنے اور بُرے ناموں سے پکارنے جیسے روز مرّہ کے رویّوں کو بھی سخت اخلاقی جرم قرار دیا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ انسان کا دل اور اس کی عزّتِ نفس بھی جسم کی طرح زخمی ہوتی ہے۔ جسم کا زخم دکھائی دے جاتا ہے اور لوگ اس پر مرہم رکھتے ہیں، لیکن عزّت شکنی سے دل پر جو زخم لگتا ہے وہ نظر نہیں آتا مگر اس کی تکلیف بے حد گہری اور دردناک ہوتی ہے۔

قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ کوئی قوم یا کوئی فرد دوسرے کا تمسخر نہ اڑائے اور ساتھ ہی اس کی اتنی پیاری حکمت بھی بیان فرما دی کہ ممکن ہے کہ جسے تم حقیر سمجھ رہے ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تم سے کہیں زیادہ بلند مقام رکھتا ہو۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جو اگر ہماری فکر میں اُتر جائے تو ہمارا پورا رویّہ بدل سکتا ہے۔ کسی غریب یا کمزور شخص کو دیکھ کر ہنسنے سے پہلے سوچیں کہ ممکن ہے اس کا خلوص اللہ کے نزدیک مجھ سے بہتر ہو۔ کسی کم پڑھے لکھے پر طنز کرنے سے پہلے سوچیں کہ ممکن ہے اس کا دل مجھ سے زیادہ پاکیزہ ہو۔ کسی کے لباس، وضع قطع یا لہجے پر مسکرانے سے پہلے سوچیں کہ ممکن ہے اس کی ظاہری حالت سادہ ہو، لیکن اس کا تقویٰ اور عاجزی اللہ کے ہاں قبول ہو چکی ہو اور کسی کے ماضی کی غلطیوں پر اسے حقیر جاننے سے پہلے سوچیں کہ ممکن ہے اس نے سچّی توبہ کر لی ہو اور خدا کے ہاں معافی پا چکا ہو۔

پھر قرآنِ مجید اگلی بات یہ فرماتا ہے کہ ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔ یہاں قرآنِ کریم نے ”اَنْفُسَكُمْ“ (اپنے آپ کو) کا لفظ استعمال کر کے ایک نہایت بلاغت آمیز حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی جب تم اپنے کسی بھائی پر عیب لگاتے ہو یا اس کی تذلیل کرتے ہو، تو در حقیقت تم پورے معاشرے کے وقار کو مجروح کرتے ہو اور گویا اپنے ہی وجود پر داغ لگاتے ہو۔ پھر فرمایا کہ ایک دوسرے کو چڑانے والے یا بُرے ناموں سے نہ پکارو۔ کسی کو اس کی کسی جسمانی کمزوری، مالی حالت یا خاندانی پس منظر کی بنیاد پر کوئی ایسا نام دینا جو اسے ناگوار گزرے، اسلام کی نظر میں شدید ناپسندیدہ ہے۔

اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اگلی ہی آیت میں اللہ ربُ العزت فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات:13)

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظنّ گناہ ہوتے ہیں اور تجسّس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہاں قرآنِ کریم انسانی عزّت کے دفاع کا ایک مکمل اندرونی نظام قائم فرماتا ہے کہ بدظنّی سے بچو اور کسی کی بات یا عمل کا فوراً منفی مطلب نہ نکالو، تجسّس نہ کرو اور لوگوں کے ذاتی حالات اور عیوب کی ٹوہ میں نہ لگے رہو اور غیبت نہ کرو یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی ایسی بات نہ کرو جو اسے ناگوار گزرے۔ آج ہمارے معاشرے کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم کسی کے بارے میں ادھوری خبر یا افواہ سنتے ہی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ ہر بات سچ نہیں ہوتی اور ہر گمان حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلام ہدایت دیتا ہے کہ ہر سُنی سنائی بات کو آگے نہ پھیلاؤ، کیونکہ اس سے کسی بے گناہ کی عزّت لمحوں میں خاک میں مل جاتی ہے۔

دنیا میں انسان کی عزّت کی بنیادی وجوہات نسل، دولت، خاندانی شرافت یا اقتدار کو سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے ان تمام مصنوعی معیاروں کو ردّ کرتے ہوئے ایک ایسا عالمی اور آفاقی معیار قائم کیا جو سب کے لیے برابر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات:14)

کہ اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادّہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

یہ آیت اسلام کا وہ عظیم الشان منشور ہے جو دنیا کے ہر تعصّب کو ختم کر دیتا ہے۔ قومیں اور قبیلے صرف شناخت کے لیے ہیں، تفاخر یا ایک دوسرے کی تحقیر کے لیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزّت و کرامت کا واحد اور حتمی معیار تقویٰ ہے اور چونکہ تقویٰ دل کی ایک پوشیدہ حالت ہے جسے صرف خدا جانتا ہے، اس لیے ہمیں کسی بھی انسان کو حقیر یا کمتر سمجھنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی عزّت کے احترام کو زبانی باتوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے ایمان اور اسلام کی عملی کسوٹی بنا دیا۔ حجۃُ الوداع کے موقع پر، جب میدانِ عرفات میں لاکھوں کا مجمع موجود تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی تاریخ کا سب سے بڑا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزّتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی، اس مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے۔"

(صحیح البخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی عزّت کو مکّہ مکرّمہ اور حج کے مبارک دن جتنی حرمت اور قدسیت عطا فرما دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی بنیادی تعریف ہی یہ بیان فرمائی کہ:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

(صحیح البخاری)

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان (اور انسان) محفوظ رہیں۔

اسلام محض یہ نہیں دیکھتا کہ انسان نے کتنی لمبی عبادت کی، بلکہ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ آپ کی ذات، آپ کے بول، آپ کے ہاتھ، آپ کے رویّے اور آپ کے قلم سے دوسرے انسان کتنے محفوظ اور مطمئن ہیں۔ پھر دل میں دوسروں کی تحقیر کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ

(صحیح مسلم)

یعنی کسی شخص کے بُرے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔

یہ حدیث ہمیں اپنے دلوں کا جائزہ لینے کی دعوت دیتی ہے۔ کسی مزدور، کسی غریب، کسی خادم یا کسی کمزور کو دیکھ کر اپنے اندر تکبر لانا اور اسے کمتر جاننا انسان کو شر کے اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی نوعِ انسان کے احترام اور ان کی عزت وناموس کی حفاظت کو محض ایک اخلاقی فریضہ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا زبردست ذریعہ اور عبادت قرار دیا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438-439)

اس اقتباس پر ٹھہر کر غور کیجیے! آپؑ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا ٹھٹھہ اڑانا اور انہیں حقیر جاننا ایک زبردست روحانی بیماری ہے جو خدا کے قرب کے راستے بند کر دیتی ہے۔

پھر آپؑ نے معاشرتی طبقات میں عاجزی اور دوسروں کا احترام قائم کرنے کا زرّیں اصول بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

”اُس کے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبّر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیّت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔“

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن، جلد 19 صفحہ 11-12)

یہ کتنا بے نظیر اور کامل معاشی و معاشرتی اخلاقی نظام ہے! اگر اللہ کسی کو عہدہ دے، تو اس کا تکبّر نہیں بلکہ عاجزی بڑھنی چاہیے۔ اگر کسی کو علم ملے، تو اسے نادانوں کی تذلیل کے بجائے شفقت سے سمجھانا چاہیے۔ اگر کسی کو دولت ملے، تو اسے غریبوں پر تکبّر کرنے کے بجائے ان کا خادم بننا چاہیے۔

خلفائے احمدیت نے بھی ہر دور میں باہمی احترام اور عزّت کی حفاظت کی یوں تلقین فرمائی ہے: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر حقائق الفرقان (جلد 4 صفحہ 18-20) میں فرماتے ہیں کہ

”انسان کے اندر اگر تقویٰ ہو تو اس کی زبان سے کبھی کسی کے لیے تحقیر کا لفظ نہیں نکل سکتا، مؤمن کا کام عیبوں کو تلاش کرنا نہیں بلکہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرنا ہے، کیونکہ خدا پردہ پوش ہے اور پردہ پوشوں کو پسند کرتا ہے۔“

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 13 مئی 1938ء (خطباتِ محمود، جلد 19، صفحہ 235) میں فرماتے ہیں:

”جو شخص کسی دوسرے احمدی یا غیر احمدی کی تذلیل کرتا ہے، وہ دراصل جماعت کے اخلاقی معیار کو گرانے کا باعث بنتا ہے۔ مؤمن کا کام عیبوں کو ڈھانکنا ہے، انہیں اچھالنا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تمہاری پردہ پوشی کرے، تو تم خدا کے بندوں کی پردہ پوشی کرو۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ”محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں“ کا عالمگیر سنہری اصول دیا، اس کے متعلق اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28 جولائی 1978ء (خطباتِ ناصر، جلد 8، صفحہ 342) میں فرمایا کہ

”خدا کی مخلوق کی حقیقی خدمت تبھی ممکن ہے جب ہم ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھیں اور کسی کے دل کو صدمہ نہ پہنچائیں۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جولائی 1986ء (خطباتِ طاہر، جلد 5، صفحہ 512) میں غیبت اور معاشرتی خرابیوں پر نصائح کرتے ہوئے فرمایا:

"بدظنّی اور غیبت ایک ایسا زہر ہے جو معاشرتی حسن کو تباہ کر دیتا ہے۔ جب تم کسی کی غیر موجودگی میں اس کی عزّت پر حملہ کرتے ہو، تو تم دراصل اپنے ہی بھائی کے وجود کو زخمی کر رہے ہوتے ہو۔"

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یکم جون 2012ء کے خطبہ جمعہ (خطباتِ مسرور، جلد 10، صفحہ 331) میں فرمایا:

"حقیقی تقویٰ صرف عبادات تک محدود نہیں، جب تک والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں، دوستوں، ہمسایوں، افرادِ جماعت بلکہ دشمنوں کے حقوق ادا نہ ہوں، تقویٰ کامل نہیں ہوتا۔"

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص جماعتی عہدیداران کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عہدیدار کا کام رعب ڈالنا یا لوگوں پر تحکّم قائم کرنا نہیں ہے، عہدے دنیاوی مقاصد کے لیے نہیں بلکہ پہلے سے بڑھ کر خدمت، ہمدردی اور افراد کی بہتری کے لیے ہیں۔ کسی عہدیدار کی اصل عظمت اس بات میں نہیں کہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں، بلکہ اس بات میں ہے کہ لوگ اس کے پاس آکر اپنے مسائل بلاخوف بیان کر سکیں۔ اگر کسی عہدیدار کے رویے سے کسی کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے، تو وہ عہدیدار اپنے فرض سے غافل ہے۔

**معزز بزرگو اور عزیزو!** قدیم زمانوں میں کسی کا مذاق اڑایا جاتا یا کسی پر تذلیل کی جاتی تو وہ بات ایک مخصوص مجلس تک ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن آج کے اس ڈیجیٹل دَور میں ہمارے ہاتھوں میں ایک ایسا آلہ موجود ہے جو لمحوں میں تباہی مچا سکتا ہے۔ ایک موبائل، ایک کیمرہ، ایک سوشل میڈیا اکاؤنٹ، ایک مختصر تبصرہ، یا ایک پیغام کو محض ایک "فارورڈ" یا "شیئر" کی کلک سے چند سیکنڈز کے اندر ہزاروں اور لاکھوں لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے اور یوں کسی انسان کی برسوں کی کمائی ہوئی عزّت منٹوں میں خاک میں مل جاتی ہے۔ اسی لیے آج ایک سچے احمدی مسلمان کو سوشل میڈیا استعمال کرتے ہوئے تین باتوں پر شدّت سے عمل کرنا ہوگا: پوسٹ کرنے سے پہلے سوچیں کہ کیا جو خبر یا تصویر میں بھیج رہا ہوں وہ سو فیصد سچی ہے؟ اگر سچی بھی ہے، تو کیا اسے دوسروں تک پہنچانا ضروری ہے یا اس سے کسی کی پردہ دری ہوگی؟ اور کیا اس بات سے کسی بے گناہ انسان، اس کے خاندان یا اس کے بچوں کی عزّت متاثر ہوگی؟ اگر دل جواب دے کہ اس سے کسی کی تذلیل ہوتی ہے، تو وہیں رک جائیے۔

ہم نے اس زمانے کے سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا ہے، جس کی نویں شرط میں آپؑ نے یہ عہد شامل فرمایا ہے کہ

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اور طرح سے۔"

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1 صفحہ 159)

اور بیعت کی دسویں شرط میں فرمایا کہ

"عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چلتا ہے، اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔"

یہ صرف چند جملے نہیں بلکہ ہمارے ایمان کا بنیادی عہد ہے۔ اس کی روشنی میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے گھروں سے شروعات کریں، شوہر بیوی کا اور بیوی شوہر کا احترام کرے، والدین بچوں کی عزّتِ نفس کا خیال رکھیں اور بچے والدین کا ادب کریں۔ اپنے گھر کے ملازمین، دکان یا دفتر کے کارکنان اور معاشرے کے غریب طبقے کے ساتھ نرمی اور احترام سے پیش آئیں۔ شدید ترین مخالف اور دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی نہ کریں اور نہ اس کی ذات پر جھوٹے الزامات لگائیں، جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ناانصافی پر مجبور نہ کرے۔ اور غصّے کے وقت اپنی زبان کو لگام دیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

آج کی یہ بابرکت مجلس اور یہ تقریر محض سننے اور سنا کر چلے جانے کا نام نہیں ہے، بلکہ آج ہمیں اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے اندر ایک گہرا انقلاب لانے کا عزم کرنا ہے۔ آئیے! آج ہم سب یہ پختہ عہد کریں کہ ہم کسی انسان کو اس کی غربت، پیشے یا کمی کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھیں گے، کسی کی شکل، رنگ، لہجے یا جسمانی نقص کا مذاق نہیں بنائیں گے، اپنے گھروں میں، اپنے بیوی بچوں، والدین اور رشتہ داروں کی عزتِ نفس کی حفاظت کریں گے، اپنے ماتحتوں، ملازموں اور غریبوں کے ساتھ عاجزی اور محبت سے پیش آئیں گے، سوشل میڈیا پر کسی کی عزّت پامال نہیں کریں گے، غیبت، تجسّس، عیب جوئی اور بدظنّی سے اپنے آپ کو پاک رکھیں گے اور اگر کبھی ہماری زبان یا ہاتھ سے کسی کی عزّت مجروح ہو جائے، تو ہم اپنی انا کو توڑ کر فوراً معذرت کریں گے اور اصلاح کی کوشش کریں گے۔

جب ہم اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، تو لوگ ہمیں ہماری طاقت، مال یا دوسروں کو شکست دینے سے یاد نہیں رکھیں گے، بلکہ اس بات سے یاد رکھیں گے کہ ہماری ذات سے کتنے انسانوں کی عزّتیں محفوظ رہیں اور کتنے زخمی دلوں کو سہارا ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سچی عاجزی، تقویٰ، حسنِ اخلاق اور حقوق العباد کی کامل ادا کاری کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبانوں، ہمارے ہاتھوں، ہمارے قلم اور ہمارے موبائل کو دوسروں کے لیے سلامتی اور عزت کا باعث بنائے اور ہمیں ایسا احمدی مسلمان بنائے جو دنیا کے ہر انسان کی عزت کا حقیقی محافظ اور نمائندہ ہو۔ آمین

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)

✡✡✡✡